شفیق اور غیرت مند انسان

مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیرپوریؒ

قیام پاکستان کے بعد مجھے تین سال جھنگ شہر میں بحیثیت خطیب رہنے کا موقع ملا۔ ان دنوں میری سرگرمیاں کافی حد تک سیاسی تھیں۔ سٹی مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت میں عوامی اور سرکاری حلقوں میں کافی حد تک پذیرائی حاصل کر چکا تھا۔ جھنگ کے دو تین سالہ قیام میں تبلیغی اور مطالعاتی لحاظ سے میرا ذوق مرزائیت سے کہیں زیادہ شیعیت کی طرف مائل ہوا۔ تاہم ۵۰-۱۹۴۹ء میں اللہ رب العزت نے دو کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔

ا۔ "فسانۂ قادیان" میری آج سے ۴۰ سال قبل کی اس کاوش کو اس افراتفری کے دور میں (جبکہ قادیانیت کے خلاف مطبوعہ لٹریچر تقریباً نایاب تھا) غنیمت خیال کیا گیا۔

عظیم الشان تقریر

قیام جھنگ کے دوران دوسرا اہم کام جس کی سعادت مجھے میسر آئی علیہ السلام حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی خواہش اور ان کی موجودگی میں محلہ شیخ لاہوری گھیانہ کے چوک (مرزائیوں کے گڑھ) میں حیات مسیح کے عنوان پر میری تین گھنٹے کی مدلل اور طویل تقریر ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ۱۹۵۰ء میں گھیانہ میں مجلس احرار اسلام کی سہ روزہ عظیم الشان کانفرنس ہوئی۔ جس میں تمام اکابر احرار شامل ہوئے اور تین راتیں مرزائیت کے خلاف بڑھ چڑھ کر تقریریں ہوئیں۔ زعمائے احرار کی خطابت تو مسلم تھی لیکن ان کے خطاب کا دائرہ ختم نبوت انبیاء کے تقدس مقام صحابہ اور اہل بیت کے تحفظ مرزا اور مرزائی خلفاء کے لوز کریکٹر، برطانوی سامراج کی کاسہ لیسی اور مملکت پاکستان میں ان کی منفی سرگرمیوں تک محدود رہتا تھا۔ "حیات مسیح" کا عنوان احرار کانفرنسوں میں کم آتا تھا۔ بہرحال کانفرنس ختم ہوئی اور مرزائیوں نے لمبے چوڑے اشتہار میں عامۃ المسلمین کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ حضرت مسیح کی حیات اور نزول ثانی کا عقیدہ اتنا بودا اور بے دلیل ہے کہ احرار اس پر کچھ کہنے سے قاصر ہیں۔ حضرت امیر شریعت کانفرنس کے بعد اپنے کسی نجی کام کے لئے گھیانہ ہی میں تھے کہ قادیانی اشتہار ان کی خدمت میں پہنچا اور ان کے خدام نے اس پر مناسب کارروائی کی ضرورت پر زور دیا۔

آخر کار قرعہ فال اس عاجز کے نام نکلا۔ امیر شریعت کا حکم ہوا کہ میں اس موضوع پر باحوالہ تقریر کروں۔ تعمیل ارشاد کے ساتھ عرض کیا کہ تقریر کے وقت حضرت بنفس نفیس اسٹیج پر رونق افروز ہو کر جلسہ کو باوقار بنائیں۔ اور اس خادم کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔ عرض قبول ہوئی۔ جلسہ کامیاب ہوا۔ شاہ جی کی تحسین و آفرین کی برکت سے تقریر کہیں سے کہیں جا پہنچی۔ تقریر کے اختتام پر مجھے گلے لگایا اور فرط شفقت سے منہ

چوم لیا۔ انکی اس ذرہ نوازی سے مجھے بے حد حوصلہ ملا۔ اور خود اعتمادی میں بیش بہا اضافہ ہوا۔
فالله الحمد

۱۹۵۳ء کی تحریک

تحریک کے سلسلہ میں برکت علی ہال لاہور میں آل پارٹیز تحفظ ختم نبوت کنونشن ہوا۔ تو اس میں شرکت کے لئے اس عاجز کو بھی دعوت دی گئی۔ حالانکہ ان دنوں مجھے اپنی جماعت میں کوئی خاص مقام حاصل نہ تھا۔ میرا قیام ان دنوں بدوملہی میں تھا۔ مرزائیت کی تردید اور تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے علاقہ بھر میں کام کیا۔ ڈائریکٹ ایکشن کے سلسلہ میں رضاکاروں کا جیش لے کر بدوملہی سے لاہور پہنچا۔ دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی اور پولیس سے دھکم پیل کرتے ہوئے مسجد وزیر خان جانے میں کامیاب ہوا۔ اور مسجد پر فوج کا قبضہ ہونے تک مختلف ڈیوٹیاں سر انجام دیتا رہا۔ اور اس دوران حضرت مولانا داؤد غزنوی سے پوری طرح رابطہ رکھا۔ لاہور سے واپسی کے چند دن بعد بدوملہی کے ایک عظیم جلسہ میں آل پارٹیز کے مطالبات کے حق میں ایک زوردار تقریر کی جس کی پاداش میں سیفٹی ایکٹ کا شکار ہوا۔ اور تقریباً دو ماہ سیالکوٹ ڈسٹرکٹ جیل میں نظر بند رہا۔
فالله الحمد

دو اکابر کے مابین سفارت

اس ضمن میں ایک اور سعادت بھی میرے حصے میں آئی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مجلس عمل کے تمام ارکان تو ڈائریکٹ ایکشن سے پہلے ہی سندھ کی کسی دور دراز جیل میں پہنچا دیئے گئے تھے۔ ان حضرات کی گرفتاری کے بعد پنجاب خصوصاً لاہور کے جیالوں نے ختم نبوت کے تحفظ کی راہ میں جو دیوانہ وار قربانی دی اور جس ذوق و شوق کے عالم میں جنرل اعظم خان کے فوجی سپاہیوں کی گولیوں کے آگے سینہ سپر ہوئے۔ اور لاہور کی متعدد سڑکوں اور گلیوں کو اپنے مقدس خون سے لالہ زار کیا۔ اس سے پورا ملک ہیجان اور اضطراب کی زد میں آگیا۔ اس وقت کی وزارت داخلہ حالات کو معمول پر لانے کے لئے مذاکرات پر مجبور ہوئی۔ ہائی کمان میں سے صرف مولانا داؤد غزنوی اپنی طویل اور شدید علالت کے باعث جیل سے باہر تھے۔ ملک کے معروضی حالات کے پیش نظر (بعض) محبوس اکابر نے مولانا غزنوی سے رابطہ کیا۔ اور اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ تحریک باوقار انداز میں ختم کی جائے اور حکومت کو بالائی سطح پر انکوائری پر آمادہ کیا جائے۔ تاکہ فتنہ قادیانیت کی سنگینی اور عالم اسلام خصوصاً پاکستان کے خلاف انکی سازشیں عدالتی ذرائع سے طشت از بام ہو سکیں۔

بعد میں معلوم ہوا کہ امیر شریعت اس طریق کار سے مطمئن نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ رہائی کے بعد فیصل آباد اور لاہور کے جلسہ ہائے عام میں انہوں نے مولانا غزنوی پر برہمی کا اظہار کیا اور ان کی نظر بندی کے دوران ان کے رفقاء کی خواہش پر مولانا غزنوی نے جو کارروائی کی تھی اسے اپنے مخصوص انداز میں ہدف تنقید بنایا۔ لاہور کے پریس نے اسے خوب اچھالا۔ بایں ہمہ مولانا غزنوی نے بعض جماعتی اور ملی مصالح کے پیش نظر اخبارات میں جوابی بیان شائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ انہوں نے شاہ جی کا جوش ٹھنڈا کرنے اور انہیں اصل

حالات سے آگاہ کرنے کے لئے جیل سے ان کے ساتھیوں کے خطوط اور اسی سلسلہ کی بعض اہم دستاویزات دے کر مجھے اور محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی کو شاہ جی کی خدمت میں بھیجا۔ امیر شریعت نے بڑی فراخ دلی سے ہماری معروضات کو سنا اور اصل حالات معلوم ہو جانے کے بعد مولانا غزنوی کی کارروائی کو حق بجانب قرار دیا۔ اس طرح ہماری یہ سفارت دو عظیم شخصیتوں کے مابین عظیم غلط فہمی دور کرنے میں کامیاب رہی۔ (۱)

---

(۱) تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بعض رہنماؤں کا کردار قابل تحسین نہیں۔ خصوصاً ان کا جو معافی نامے لکھ کر جیل سے رہا ہو گئے تھے۔ حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ ایک عالی ظرف انسان تھے۔ یقیناً انہوں نے مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو ہدف تنقید بنایا تھا۔ لیکن مولانا غزنوی سے سابقہ تعلق و محبت اور مجلس احرار اسلام کی رفاقت اور اصل حالات کے انکشاف نے شاہ جی کے دل میں ان کے بارے میں نرم گوشہ پیدا کر دیا۔ مگر جن لوگوں نے مولانا کو تحریک ختم کرنے کے لئے خطوط لکھے یا جو معافی نامے لکھ کر "اپنی مدد آپ" کے تحت رہا ہوئے۔ شاہ جی نے انہیں آخر دم تک معاف نہیں کیا۔ اس تکلیف دہ موضوع پر وہ غضب ناک ہو جاتے اور ان کے جذبات آتش فشاں بن جاتے۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۸ء تک شاہ جی کی مجالس میں بیٹھنے والے حضرات خوب جانتے ہیں کہ وہ اُن بے وفاؤں پر کس طرح برستے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے "میں نے اپنی اجتماعی زندگی میں بے شمار تحریکوں میں حصہ لیا اور انہیں پروان چڑھایا۔ ان تحریکوں کے حوالے سے تو کوئی مجھے یہ کہہ سکتا ہے کہ ان سے میرے سیاسی مقاصد بھی وابستہ تھے۔ مگر یہ میری زندگی کی واحد تحریک تھی جو خالصتاً دین کے لئے تھی۔ اس میں میری کوئی سیاسی غرض شامل نہ تھی۔ اس تحریک پر شک کرنا صریحاً ناانصافی ہو گی۔ جن لوگوں نے اس مقدس تحریک میں مجھے دھوکہ دے کر رسوا کیا۔ وہ قابلِ معافی نہیں۔ اتنی اذیت مجھے ساری زندگی نہیں پہنچی۔ اس حادثہ نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ میں اس کے ذمہ داروں کو معاف نہیں کروں گا۔ اپنی شرافت اور سابقہ دوستی کے حوالے سے خاموش ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے بارے میں میری رائے بدل گئی ہے۔ روزِ محشر میں ان کے گریبانوں میں ہاتھ ڈال کر سوال کروں گا کہ آخر تم نے ایسا کیوں کیا؟ (کفیل)